بسنت کی تاریخ اور اثرات

نکتۂ اعتراض

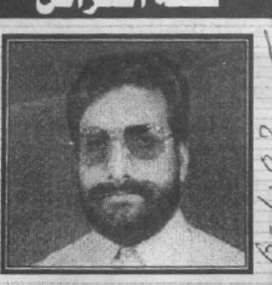

رانا شفیق پسروری

بسنت بنیادی طور پر ہندوؤں کا ایک تہوار ہے، جسے اب پاکستان کے بڑے شہروں میں مسلمان بھی تزک و احتشام سے منانے لگے ہیں۔ اس ہندوانہ مذہبی تہوار میں لہو و لعب، اسراف، فضول خرچی اور قومی املاک کے زیاں کے بہت سے پہلو اور عناصر بھی شامل ہو گئے ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں سے مشاہدہ کیا جا رہا ہے کہ بسنت پر مکانوں کی چھتوں پر خوب ہنگامہ برپا ہوتا ہے۔ ہوائی فائرنگ ہوتی ہے بجلیاں بار بار جاتی ہیں گھریلو استعمال کی اشیاء تباہ ہو جاتی ہیں۔ بریک ڈاؤن کی تعداد بڑھ جاتی ہے زندگی کا سارا انظام تباہ برباد ہو جاتا ہے واپڈا کا قومی نقصان بے شمار ہوتا ہے صرف پچھلے سال محکمہ کے بتائے گئے اعداد و شمار کے مطابق سوا نو کروڑ کا واپڈا کا سامان جل گیا۔ بجلی کی بار بار بندش سے فیکٹریوں کارخانوں اور صنعتی اداروں کا جو نقصان ہوتا ہے وہ بے حد و حساب ہوتا ہے کئی بچے موت کا نوالہ بن جاتے ہیں جن کی مائیں عمر بھر روتی رہتی ہیں۔ گھروں میں پردہ دار خواتین کی جو بے عزتی ہوتی ہے اور اس طرح جو جھگڑے ہوتے ہیں وہ بھی محتاج بیان نہیں۔ پیچ لڑانے پر قتل و غارت گری کے واقعات الگ ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ایک غریب ملک اور غریب قوم کا بہت زیادہ سرمایہ ہوا میں اڑا دیا جاتا ہے لیکن اب تو اس میں حکومت کے ادارے بھی شامل ہو گئے ہیں۔

اس وقت دشمن ملک پاکستان پر جنگ مسلط کئے ہوئے، مگر ہم کھیل، کود، تفریح میں لگے ہوئے ہیں۔ کھیل بھی وہی کھیل رہے ہیں جو ہماری دشمن قوم کا دشمنی سے بھرپور ہے۔ یہ تہوار جسے جوش و خروش سے منایا جاتا ہے یہ ہندو قوم کا مذہبی تہوار ہے۔ (وہ لوگ جو بسنت کو موسمی تہوار کہتے ہیں وہ حقائق سے بے علم ہیں۔ پہلے قوموں کے موسمی تہوار بھی تو مذہبی ہی ہوتے تھے۔) ہمارے ہاں المیہ یہ ہے کہ عیش پسند طبقہ حرام کی کمائی کو خرچ کرنے کے لئے ان قوموں کا تہوار مناتا ہے جن سے ذہنی طور پر مرعوب ہوتا ہے، بسنت کے علاوہ ویلنٹائن ڈے، کرسمس، نیو ائیر وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

بسنت تو ہندو کا ایک مذہبی تہوار ہے اور اس کے لئے خاص طور پر اہتمام کیا جاتا ہے۔ گزشتہ سال جنوری میں الہ آباد (بھارت) کے مقام پر جو "مہا کنبھ میلہ" ہوا تھا، اس میں بڑے بڑے اچاریوں اور مہنتوں نے شبھ گھڑیوں کی تقسیم کی تھی اس کے مطابق 29 جنوری کے روز "بسنت پنچھی" کا تہوار منایا گیا تھا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے اس روز دہلی کی پرانی سبزی منڈی کے پاس بسنت کا مذہبی جلوس دیکھا تھا۔ جو کالی کے مندر کی طرف جا رہا تھا۔ اسی طرح میں نے آگرہ کے ایک کالج پرنسپل سے بسنت کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا "بسنت پنچھی ماگھ یا بھاگون فروری کے مہینہ میں منائی جاتی ہے اس دن گاؤں گاؤں شہر شہر میں جگہ جگہ میلے لگتے ہیں۔ کبڈی، ہاکی، فٹ بال اور کشتی وغیرہ کھیلے جاتے ہیں۔ اس میں سرسوتی اور کالکا دیوی کی پوجا کی جاتی ہے۔ بچے بزرگ اور عورتیں وغیرہ پیلے کپڑے پہنتی ہیں۔ گھروں میں پیلا حلوہ اور پیلے چاول پکائے جاتے ہیں۔ بچے اور نوجوان پتنگیں اڑاتے ہیں چاروں طرف خوشحالی اور خوشی کا ماحول رہتا ہے۔"

آگرہ کالج کے پرنسپل کے اس بیان سے صاف ظاہر ہو گیا ہے کہ ہندو اس تہوار کو مذہبی انداز سے مناتے ہیں دہلی میں مجھے وہ مندر دکھایا گیا جہاں بسنت کے روز ہندو خاص اہتمام سے جاتے ہیں۔ کالکا دیوی کا یہ مندر جسے برلا مندر کہا جاتا ہے۔ بسنت کے روز ہندو کالکا دیوی کے اس مندر میں گوئیے کے پیلے پھولوں کا ایک بلند ڈھیر لگا دیتے ہیں اور خاص پوجا کرتے ہیں۔ اس طرح ایک ہندو مورخ ڈاکٹر ایس بی نجار (S.B.NIJAR) نے اپنی کتاب (Punjab Under the Later Mughals) "پنجاب آخری مغل دور حکومت میں" لکھا ہے کہ ذکریا خان (1707-1759) پنجاب کا گورنر تھا اس کے دور میں سیالکوٹ کے باکھ مل پوری کے لڑکے حقیقت رائے (جس کی شادی کشن سنگھ بھٹہ نامی سکھ کی بیٹی سے ہوئی تھی) نے نبی پاک ﷺ اور حضرت فاطمہ زہرا کی شان اقدس میں گستاخی کی۔ اس جرم پر حقیقت رائے کو گرفتار کر کے عدالتی کارروائی کے لئے لاہور بھیجا گیا اس گرفتاری سے پنجاب کی غیر مسلم آبادی کو دھچکا لگا ہندو بڑوں کا ایک وفد ذکریا خان کے پاس گیا کہ حقیقت رائے کو معاف کر دیا جائے لیکن ذکریا خان نے کوئی درخواست نہ مانی اور سزائے موت کے حکم پر نظر ثانی سے انکار کر دیا۔ جس کے اجراء میں مجرم کو ایک ستون سے باندھ کر کوڑوں کی سزا دی گئی اور بعد ازاں اس کی گردن اڑا دی گئی جس پر پنجاب کی غیر مسلم آبادی نوحہ کناں ہو گئی بسنت کا یہ دن (گستاخ رسولؐ) حقیقت رائے کی یاد میں منایا جاتا ہے۔

ہندوؤں نے سزائے موت کے بعد حقیقت رائے کی (مڑھی) لاہور کے علاقے کھوجے شاہی میں (جس کو آج کل کوٹ خواجہ سعید کہا جاتا ہے) ایک سکھ گورمت سنگھ کی اراضی میں بنائی تھی۔ اس مڑھی میں ہندوؤں نے (گاؤ ماتا) یعنی گائے کی مورتی بھی رکھ دی اس مڑھی کو ہندوؤں کے ہاں عقیدت و احترام کا ایک اونچا مقام حاصل تھا۔ حقیقت رائے کی یہ مڑھی بعد ازاں "باوے دی مڑھی" کے نام سے معروف ہوئی۔ ہندو عورتوں کی دیکھا دیکھی مسلمان جاہل عورتیں بھی "باوے دی مڑھی" کی حقیقت نہ جانتے ہوئے منتوں کے لئے جانے لگیں۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل "حقیقت رائے" کی اس مڑھی کے پاس ایک ہندو سرمایہ دار "کالو رام" نے ایک مندر تعمیر کروایا تھا جو "مندر کالو رام" کے نام سے مشہور ہوا۔ "کالو رام" اندرون لاہور اپنی رہائش سے ایک بگھی میں سوار ہو کر اس مندر میں آتا اور راستے میں مسلمانوں پر اپنی دولت کا رعب جمانے کے لئے نوٹ لٹاتے ہوئے آتا حقیقت رائے کی مڑھی کی جگہ اب ایک مکان ہے جو کوٹ خواجہ سعید کے محلہ شاہ نور پاک کی گلی نمبر 25 میں واقع ہے۔ قیام پاکستان کے بعد فوراً مسلمانوں نے مڑھی میں موجود (گاؤ ماتا) کی مورتی توڑ دی تھی۔ قیام پاکستان سے قبل مڑھی کی مین سڑک بھی حقیقت رائے کے نام سے منسوب تھی اس علاقے کے لوگوں نے مندر کالو رام کا گنبد اس وقت توڑ دیا تھا جب بھارت میں بابری مسجد شہید کی گئی تھی۔ اس وقت اس مندر میں محمد شفیق نامی ایک شخص بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دیتا ہے۔ مندر کالو رام کے پاس ایک اور مندر ہے جہاں آج کل مستری محمد علی نامی ایک شخص رہائش پذیر ہے۔ مڑھی اور مندر کالو رام کے ارد گرد ایک باغیچہ اور میدان بھی تھا جہاں اب مکانات بن چکے ہیں۔

یہ سب عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ بتایا جائے کہ بسنت ہندوؤں کا خاص تہوار ہے جو اسلام دشمنی اور رسول پاک ﷺ کی گستاخی پر مبنی ہے اور اس کو ہندو باقاعدہ مذہبی طور پر مناتے ہیں۔ اس لئے اس تہوار کو منانا مسلمانوں کو کسی طور بھی زیب نہیں دیتا ہے۔ باقی رہ گئی پتنگ بازی تو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ پتنگ بازی کی ابتدا بھی مذہبی طور پر ہوئی ہے اور یہ ظواہر پرستوں کی ایجاد ہے۔ انسائیکلوپیڈیا میں ہے کہ پتنگ بازی کی ابتداء 306 قبل مسیح میں چین میں ہوئی تھی۔ معلوم ہوا کہ تاریخ کے مطابق 300 ق م میں یونانی اور اہل چین پتنگوں کو آسمانی بلاؤں سے نجات کے لئے اڑاتے تھے اور ان کے ذریعے آسمانی دیوتاؤں کی خوشنودی حاصل کرتے تھے۔ بہت بعد میں 1752ء میں بنجمن فریکلن نے بادلوں سے بجلی معلوم کرنے کیلئے پتنگوں کو استعمال کیا۔ 1883ء میں برطانیہ کے ڈگلس نے پتنگ سے کیمرہ باندھ کر پتنگ اڑائی تاکہ اس کے ذریعے زمین کی تصویر کھینچ سکے۔

1749ء میں سکاٹ لینڈ کے الیگزینڈر رولسن نے موسمی درجہ حرارت معلوم کرنے کے لئے تھرمامیٹر باندھ کر پتنگ اڑائی۔ پتنگ بازی مغرب کے ممالک میں بھی پائی جاتی ہے مگر وہاں آہستہ آہستہ یہ کھیل وقت اور مال کے ضیاع کے باعث ختم ہو رہا ہے۔ اردو انسائیکلو پیڈیا کے مطابق ایشیائی ممالک میں پتنگ بازی ماروتی قبیلہ سے خاص نسبت رکھتا ہے کہ اس قبیلہ میں اس کی حیثیت مذہبی ہے۔ ملائیشیا کے علاقہ (جوہور) کے بادشاہ نے 093 کو لمبیا کے بادشاہ کو دوست بنانے کیلئے مذہبی علامت کے طور پر پتنگوں کا تحفہ ارسال کیا تھا چین جاپان اور دیگر ممالک میں جو پتنگیں بنائی جاتی ہیں ان کی شکل یا ان پر جو تصویر ہوتی ہے وہ ان کے دیوی دیوتاؤں کے پسندیدہ نشانوں کی ہوتی ہیں جن میں ڈریگون سرفہرست ہے۔

یعنی پتنگ بازی کی ابتداء صرف مذہبی ہی تھی یہی وجہ ہے کہ بسنت اور پتنگ بازی کا کوئی خیال برصغیر کے مسلمان نوابوں اور حکمرانوں کے ہاں دکھائی نہیں دیتا۔ اگر ہم بغرض محال مان بھی لیں کہ بسنت مذہبی نہیں موسمی تہوار ہے اور پتنگ بازی صرف ایک کھیل ہے تو بھی سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہ کھیل یا وہ تہوار جس میں جان مال اور وقت کا ضیاع بے حد ہو وہ کیونکر قوم میں رواج دیا جا سکتا ہے؟

ویلنٹائن ڈے ...... لفنگوں کا عالمی دن:

مغربی ذرائع ابلاغ کی تعلیمات و ہدایات کے زیر اثر ہمارے ہاں تواتر سے طبقہ اشراف سے تعلق رکھنے والا ایک جنونی گروہ پروان چڑھ رہا ہے' جس نے تہذیب مغرب کی بھونڈی نقالی کو ہی اپنا ایمان بنا رکھا ہے۔ اپنے آپ کو "ماڈرن" سمجھنے اور دکھانے کا انہوں نے واحد اسلوب ہی یہ سمجھ رکھا ہے کہ اہل مغرب سال بھر میں جو جو تقریبات منائیں' ان کے قدم بہ قدم' بلکہ سانس بہ سانس اس ہنگامہ آرائی میں دیوانہ وار شامل ہو جائیں۔ انہیں اس بات سے کوئی غرض نہیں ہوتی کہ آخر مغربی تہواروں کا پس منظر کیا ہے؟ ان کے لیے تو بس یہی امر کافی ہے کہ وہ سی این این یا کسی اور ذریعہ ابلاغ پر ایک جھلک دیکھ لیں یا معمولی سی خبر سن لیں کہ فلاں تاریخ کو مغرب کی جدید و جواں نسل کوئی تہوار منا رہی ہے۔ اس جدیدیت گزیدہ طبقے کو تو تہوار منانے کا کوئی نہ کوئی بہانہ چاہیے۔

جس "ویلنٹائن ڈے" کو منا منا کر ہمارے بعض "محبت کے متوالے" ہلکان ہوتے رہے ہیں' وہ "ترقی شریف" تو اہل مغرب کے لیے بھی بدعت جدیدہ کا درجہ رکھتی ہے۔ ماضی میں یورپ میں بھی اس کو منانے والے نہ ہونے کے برابر تھے۔ اس دن کے متعلق مغربی ذرائع ابلاغ بھی اس قدر حساس نہیں تھے۔ اگر یہ کوئی بہت اہم یا ہر دلعزیز تہوار ہوتا تو انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں اس کا ذکر محض چار سطور پر مبنی نہ ہوتا' جہاں معمولی معمولی واقعات کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں۔ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا میں سینٹ ویلنٹائن کے متعلق چند سطری تعارف کے بعد ویلنٹائن ڈے کے متعلق تذکرہ محض ان الفاظ میں ملتا ہے:

"سینٹ ویلنٹائن ڈے" کو آج کل جس طرح عاشقوں کے تہوار (Lover`s Festival) کے طور پر منایا جاتا ہے یا ویلنٹائن کارڈز بھیجنے کی جو نئی روایت چل نکلی ہے' اس کا سینٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے' بلکہ اس کا تعلق یا تو رومیوں کے دیوتا لوپر کالیا کے حوالے سے پندرہ فروری کو منائے جانے والے تہوار بار آوری یا پرندوں کے "ایام اختلاط" (Meating Season) سے ہے۔"

ایک اور انسائیکلوپیڈیا "بک آف نالج" میں اس دن کے بارے میں نسبتاً زیادہ تفصیلات ملتی ہیں' مگر وہ بھی تہائی صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ اس کی پہلی سطر ہی رومان انگیز ہے: "14 فروری محبوبوں کے لیے خاص دن ہے۔"

اس انسائیکلوپیڈیا میں "ویلنٹائن ڈے" کا تاریخی پس منظر یوں بیان کیا گیا ہے: "ویلنٹائن ڈے" کے بارے میں یقین کیا جاتا ہے کہ اس کا آغاز ایک رومی تہوار لوپر کالیا (Luper Calia) کی صورت میں ہوا۔ قدیم رومی مرد اس تہوار کے موقع پر اپنی دوست لڑکیوں کے نام اپنی قمیصوں کی آستینوں پر لگا کر چلتے تھے۔ بعض اوقات یہ جوڑے تحائف کا تبادلہ بھی کرتے تھے۔ بعد میں جب اس تہوار کو سینٹ ویلنٹائن کے نام سے منایا جانے لگا' تو اس کی بعض روایات کو برقرار رکھا گیا۔ اسے ہر اس فرد کے لیے اہم دن سمجھا جانے لگا' جو رفیق یا رفیقہ حیات کی تلاش میں تھا۔ سترہویں صدی کی ایک پرامید دوشیزہ سے یہ بات منسوب ہے کہ اس نے ویلنٹائن والی شام کو سونے سے پہلے اپنے تکیے کے ساتھ پانچ پتے ٹانکے۔ اس کا خیال تھا کہ ایسا کرنے سے وہ خواب میں اپنے ہونے والے خاوند کو دیکھ سکے گی۔ بعد ازاں لوگوں نے تحائف کی جگہ ویلنٹائن کارڈز کا سلسلہ شروع کر دیا۔"

14 فروری کو سینٹ ویلنٹائن سے منسوب کیوں کیا جاتا ہے؟ اس کے متعلق کوئی مستند حوالہ تو موجود نہیں ہے۔ البتہ ایک غیر مستند خیالی داستان پائی جاتی ہے کہ تیسری صدی عیسوی میں روم میں ویلنٹائن نام کے ایک پادری تھے' جو ایک راہبہ (Nun) کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہوئے۔ چونکہ عیسائیت میں راہبوں اور راہبات کے لیے نکاح ممنوع تھا' اس لیے ایک دن ویلنٹائن صاحب نے اپنی معشوقہ کی تشفی کے لیے اسے بتایا کہ اسے خواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ 14 فروری کا دن ایسا ہے کہ اس میں اگر کوئی راہب یا راہبہ صنفی ملاپ بھی کر لیں' تو اسے گناہ نہیں سمجھا جائے گا۔ راہبہ نے ان پر یقین کیا اور دونوں جوش عشق میں یہ سب کچھ کر گزرے۔

کلیسا کی روایات کی یوں دھجیاں اڑانے پر ان کا حشر وہی ہوا' جو عموماً ہوا کرتا ہے۔ یعنی انہیں قتل کر دیا گیا۔ بعد میں کچھ منچلوں نے ویلنٹائن صاحب کو "شہید محبت" کے درجہ پر فائز کرتے ہوئے ان کی یاد میں دن منانا شروع کر دیا۔ چرچ نے اس خرافات کی ہمیشہ مذمت کی اور اسے جنسی بے راہ روی کی تبلیغ پر مبنی قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سال بھی عیسائی پادریوں نے اس دن کی مذمت میں سخت بیانات دیے۔ بنکاک میں تو ایک عیسائی پادری نے بعض افراد کو لے کر ایک ایسی دکان کو نذر آتش کر دیا جس پر ویلنٹائن کارڈ فروخت ہو رہے تھے۔

آج کل یورپ و امریکہ میں ویلنٹائن ڈے کیسے منایا جاتا ہے اور اس کو منانے والے دراصل کون ہیں؟ اس کی تفصیلات جاننے کے بعد اس دن کو محض "یوم محبت" سمجھنا درست نہیں ہے۔ یہ تہوار ہر اعتبار سے یوم اوباشی یا یوم اباحیت کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ مغرب میں "محبت" کا تصور و مفہوم یکسر مختلف ہے۔ جس جذبے کو وہاں "محبت" (Love) کا نام دیا جاتا ہے' وہ درحقیقت بوالہوسی (Lust) ہے۔ مغرب کے تہذیبی ابدا میں جنسی ہوس ناکی اور جنسی باؤلا پن کی تسکین کی خاطر مرد و زن کے آزادانہ اختلاط کو بھرپور ہوا دینا ہے۔ اس معاشرے میں عشق و فسق میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا۔

قدیم رومی کلچر کی روایات ہوں یا جدید مغرب کا اسلوب جنس پرستی' ان کا ہماری مذہبی تعلیمات تو ایک طرف' مشرقی کلچر سے بھی دور کا واسطہ نہیں ہے۔ قدیم روم میں اس تہوار کو "خاوند کے شکار" کا دن سمجھا جاتا تھا۔ ہمارے ہاں کسی عورت کے لیے مارکیٹ میں خاوند کی تلاش میں نکل کھڑے ہونا بے حمیتی اور بے غیرتی کی بات سمجھی جاتی ہے۔ ہمارے خاندانی نظام میں عورت کو جو احترام حاصل ہے' اس کے پیش نظر اس کی شادی بیاہ کا اہتمام اس کے خاندان کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔

ویلنٹائن ڈے ہر اعتبار سے یوم اوباشی ہے۔ اس کا اصل مقصود عورت اور مرد کے درمیان ناجائز تعلقات کو فروغ دینا' بلکہ تقدس عطا کرنا ہے۔ نہایت افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے ہاں نوجوان نسل کو ان خرافات کے مضمرات سے آگاہ نہیں کیا جا رہا۔ اخبارات میں اس "یوم" کے حوالے سے منعقدہ تقریبات کو جس طرح "کوریج" دی گئی ہے' اس سے اس کے مزید بڑھنے کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔ ہمارے وہ دانشور' جو اسلامی کلچر کے مقابلے میں برصغیر کے قدیم کلچر کے احیاء کا پرچار کرتے ہیں' مغربی تہذیب کے اس حیا سوز تہوار کے خلاف آخر خاموش کیوں ہیں؟ بھارت کی بعض ہندو تنظیموں بشمول کانگریس نے ویلنٹائن ڈے کے خلاف احتجاجی مظاہرے کیے' لیکن ہمارے ہاں مذہبی تنظیموں اور مقامی کلچر سے "محبت" کرنے والے دانشوروں نے کوئی احتجاج نہیں کیا۔ ان کی خاموشی کو کیا نیم رضا سمجھا جائے؟ مغرب کی ثقافتی استعماریت کا اس قدر غلبہ ہے کہ ہماری قوم کے اندر بے حسی پیدا ہوتی جا رہی ہے!! ☆